ریاستِ مدینہ اور توازنِ طاقت: صلح حدیبیہ کے تناظر میں تحقیقی جائزہ

The State of Medina and the Balance of Power: A Research Review in the Context of the Treaty of Hudaybiyah

Dr. Muhammad Sher Raban [1]
Dr. Umme Laila [2]

Abstract:

This research article examines the concept of the *balance of power* in the early Islamic state of Medina, focusing particularly on the *Treaty of Hudaybiyyah* as a landmark event in the Prophet Muhammad's (peace be upon him) strategic and diplomatic approach. Contrary to the perception that the Treaty was a tactical retreat, this paper argues that it was a masterstroke of political wisdom, serving as a vital tool in recalibrating power dynamics between the Muslims and the Quraish of Makkah. Through the Treaty, the Prophet ﷺ effectively neutralized the immediate threat of war, gained moral high ground and created conditions for socio-political consolidation within the nascent Islamic state. The paper analyzes the Treaty through the lens of classical Islamic sources and contemporary theories of international relations, demonstrating how the Prophet's acceptance of seemingly unequal terms eventually shifted the regional balance of power in favor of Medina. The research also explores how the clauses of the Treaty, such as the temporary ceasefire, the right of tribal alliances and the apparent diplomatic compromises, offered long-term strategic advantages. These included increased internal stability, expanded outreach for Islamic teachings and eventual dominance over the Quraish without direct confrontation. Moreover, the study highlights the ethical and psychological dimensions of the Prophet's diplomacy which emphasized patience, long-term vision and moral superiority. Within two years of the Treaty, Islam had spread rapidly and Makkah was eventually conquered without resistance confirming the Treaty's far-reaching impact. The article concludes by recommending that contemporary Muslim states revisit the Prophetic model of diplomacy and power management in addressing global political challenges. This critical analysis not only sheds light on the nuanced nature of early Islamic diplomacy but also contributes to the understanding of how non-military tools can be used effectively in achieving strategic geopolitical outcomes.

Keywords: *State of Madinah, Balance of Power, Hudaybiyyah Treaty, Prophetic Strategy*

---

[1]. EST Arabic, Govt. High School Farooqa, Sargodha msherrabana@gmail.com
[2]. Lecturer, Department of Islamic Studies, Govt. Sadiq College Women University, Bahawalpur

ا۔ تمہید:

توازنِ طاقت کا تصور سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات کے علُوم میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔ عمومی طور پر اس سے مراد ایسا نظام ہوتا ہے جس میں کسی ایک ریاست یا فریق کو مکمل غلبہ حاصل نہ ہو، بلکہ طاقت کی تقسیم اس طرح ہو کہ امن، استحکام اور بقائے باہمی کا ماحول قائم رہے۔ اگرچہ یہ نظریہ زیادہ تر مغربی سیاسی تاریخ میں پروان چڑھا، تاہم اس کی جھلک ہمیں اسلامی ریاستِ مدینہ کی سیاسی حکمتِ عملی میں بھی واضح طور پر نظر آتی ہے، خاص طور پر نبی کریم ﷺ کے دورِ نبوت میں۔

اسلامی ریاست کے ابتدائی دور میں مدینہ منورہ کو مختلف محاذوں پر شدید مخالفت کا سامنا تھا، جن میں سب سے اہم قریشِ مکہ کی دشمنی تھی۔ ان کے نزدیک مسلمانوں کا ابھرتا ہوا نظریہ اور معاشرہ، ان کے سیاسی و مذہبی غلبے کے لیے خطرہ بن چکا تھا۔ محدود وسائل اور مسلسل جنگی خطرات کے باوجود ریاستِ مدینہ نے صرف عسکری اقدامات پر انحصار نہیں کیا بلکہ حکمت، تدبر اور سفارت کاری پر مبنی جامع حکمت عملی اختیار کی۔

اس تناظر میں صلح حدیبیہ (٦ھ/٦٢٨ء) ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ بظاہر اس معاہدے کی شرائط مسلمانوں کے لیے ناپسندیدہ اور نقصان دہ محسوس ہوئیں، لیکن درحقیقت یہ معاہدہ ایک ایسی مدبرانہ چال تھی جس نے خطے میں طاقت کا توازن مسلمانوں کے حق میں موڑ دیا۔ اس معاہدے کے تحت جنگ بندی کے ذریعے مسلمانوں کو نہ صرف اندرونی استحکام اور دعوتی سرگرمیوں کا موقع ملا بلکہ قبائلی اتحاد، امن کی فضا اور سیاسی پیش قدمی کے لیے ایک محفوظ ماحول بھی حاصل ہوا۔

مضمون ہذا میں یہ نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ کو محض ایک وقتی صلح کا اقدام نہیں سمجھا جانا چاہیے، بلکہ یہ ایک عظیم سیاسی اور نظریاتی حکمتِ عملی تھی۔ نبی کریم ﷺ نے صبر، بصیرت اور اخلاقی برتری کے ذریعے نہ صرف دشمن کی چالوں کو بے اثر کیا بلکہ اسلامی ریاست کی بنیادوں کو مضبوط کرتے ہوئے فتح مکہ کی راہ بھی ہموار کی۔

اس تحقیقی مقالے کا مقصد یہی ہے کہ صلح حدیبیہ کو توازنِ طاقت کے اصولوں کی روشنی میں دیکھا جائے اور اس سے یہ اخذ کیا جائے کہ اسلامی سیاسی فکر میں طاقت صرف ہتھیاروں سے نہیں بلکہ حکمت، اخلاق اور دور اندیشی سے حاصل کی جاتی ہے۔ یہ مطالعہ جدید دنیا کے لیے ایک ایسا ماڈل پیش کرتا ہے جو آج کے پیچیدہ عالمی تناظر میں بھی رہنمائی فراہم کر سکتا ہے۔

٢۔ صلح حدیبیہ: پس منظر اور اہم نکات

الف۔ پس منظر

سن ٦ ہجری میں نبی اکرم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے صحابہؓ کے ساتھ امن کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی سمجھتے ہوئے آپ ﷺ نے ١٤٠٠ صحابہؓ کے ہمراہ عمرہ کی نیت سے مکہ کا سفر اختیار کیا۔ چونکہ سفر کا مقصد صرف عبادت تھا، اس لیے صحابہؓ نے جنگی اسلحہ ساتھ نہیں رکھا، صرف مختصر تلواریں لیں جو مسافر کے لیے عام طور پر ضروری

ہوتی ہیں۔ جب قریش کو اس قافلے کی آمد کی خبر ملی، توانہوں نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے حدیبیہ کے مقام پر قیام کیا اور قریش سے صلح کی پیشکش کی۔ کئی سفارتی کوششوں کے بعد **سہیل بن عمرو** کو بطور نمائندہ بھیجا گیا، جن سے تفصیلی مذاکرات کے بعد صلح حدیبیہ کا معاہدہ طے پایا۔[3]

ب۔ اہم نکات و شقیں:

صلح حدیبیہ کے معاہدے کی چند اہم شقیں درج ذیل ہیں:

- **دس سال کے لیے جنگ بندی**

دونوں فریقوں کے درمیان یہ طے پایا کہ آئندہ دس سال تک نہ تو جنگ ہوگی اور نہ ہی ایک دوسرے کے خلاف سازش۔ یہ شق مدینہ کے لیے ایک اسٹریٹجک ریلیف تھا، جس نے اسلامی ریاست کو عسکری دباؤ سے نکال کر داخلی تنظیم و دعوت کے لیے موقع فراہم کیا۔[4]

صلح حدیبیہ کی سب سے بنیادی اور فیصلہ کن شق یہ تھی کہ فریقین (ریاستِ مدینہ اور قریشِ مکہ) کے درمیان دس سال کے لیے جنگ بند رہے گی۔ بادی النظر میں یہ شق ایک سادہ جنگ بندی تھی، لیکن اس کے اندر نہایت اہم سیاسی اور اسٹریٹجک حکمت عملی مضمر تھی، جس نے مدینہ کی اسلامی ریاست کو عرب دنیا میں طاقت کے توازن کی ایک نئی سمت عطا کی۔

سب سے پہلا فائدہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو ایک عسکری وقفہ حاصل ہوا۔ مسلسل غزوات، سازشوں اور دفاعی دباؤ کے ماحول سے نکل کر ریاستِ مدینہ کو اندرونی استحکام، ادارہ سازی، تربیت اور دعوتِ دین کے لیے ایک محفوظ ماحول میسر آگیا۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں:

> "اس معاہدے نے مدینہ کی ریاست کو خارجی دباؤ سے آزاد کر کے ایک منظم اور خود مختار اسلامی سوسائٹی کے قیام کی طرف پہلا عملی قدم فراہم کیا۔"[5]

یہ جنگ بندی قریش کے لیے بظاہر تحفظ کا ذریعہ تھی، لیکن حقیقت میں اسلامی تحریک کو سنبھلنے اور پھیلنے کا موقع دینے والی فضا بن گئی۔ صلح کے بعد صرف دو سال کے عرصے میں ہزاروں لوگ اسلام میں داخل ہوئے اور اسلام کو سیاسی و نظریاتی سطح پر وہ مقام حاصل ہوا جس کی بنیاد پر فتح مکہ ممکن ہوئی۔

مزید برآں، یہ شق اس بات کا اعلانیہ اعتراف تھی کہ ریاستِ مدینہ اب ایک جائز سیاسی قوت بن چکی ہے جس سے قریش جیسے طاقتور قبیلے نے معاہدہ کیا۔ یہ خود مسلمانوں کے لیے اعتماد، عزت اور قانونی حیثیت کا مظہر تھا۔ نبوی حکمتِ عملی کا سب سے نمایاں پہلو یہاں یہ تھا کہ نبی کریم ﷺ نے وقتی مصلحت کو قبول کیا، لیکن اس کے ذریعے ایک طویل المدتی منصوبہ بندی کی بنیاد رکھی۔ یہی چیز جدید بین الاقوامی تعلقات میں "Strategic Patience" کہلاتی ہے جس کے ذریعے طاقت کے توازن کو دشمن کی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے مقاصد کے تحت ترتیب دیا جاتا ہے۔

---

[3] ۔ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن ایوب الحمیری، السیرۃ النبویہ، قاہرہ: دار التراث، طبع ۱۹۹۰ء، ج۲، ص ۳۱۴۔

[4]. Hamidullah, Muhammad. *The Muslim Conduct of State*. Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 2011, p.125

[5]. ibid

- **قبائلی اتحاد کی آزادی:**

فریقین کو اختیار دیا گیا کہ وہ جس قبیلے سے چاہیں اتحاد کریں۔اس شق کے تحت بنو خزاعہ نے مسلمانوں کا اور بنو بکر نے قریش کا ساتھ دیا۔ بعد میں جب بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو یہ صلح کی خلاف ورزی تھی، جسے فتح مکہ کا پیش خیمہ کہا جاتا ہے۔[6]

یہ شق کہ "دونوں فریقوں کو اختیار ہو گا کہ وہ جس قبیلے سے چاہیں، معاہدہ کر لیں" بظاہر ایک معمولی سیاسی نکتہ معلوم ہوتی ہے لیکن اس کا اثر قبائلی عرب دنیا میں طاقت کے بلاک بنانے کی آزادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ نبی کریم ﷺ نے اسے اپنی حکمت عملی کے مطابق استعمال کیا اور بنو خزاعہ جیسے پرانے اتحادی قبیلے کو اپنے ساتھ شامل کر لیا جبکہ بنو بکر قریش کے ساتھ ہو گئے۔

اس شق کی خاصیت یہ تھی کہ اس نے مدینہ کو صرف ایک ریاست ہی نہیں بلکہ ایک طاقتور سفارتی کھلاڑی بنا دیا۔ بعد ازاں جب بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو یہ معاہدہ ٹوٹ گیا۔ یہی واقعہ فتح مکہ کا قانونی و اخلاقی جواز بنا۔ یہ شق نبی کریم ﷺ کی سیاسی دور اندیشی اور قبائلی نظام کی حکمت عملی سے واقفیت کا عملی مظہر ہے، جس سے ریاستِ مدینہ نے طاقت کے نئے توازن کی بنیاد رکھی۔

- **پناہ گزین کی واپسی:**

اگر کوئی مکہ کا باشندہ مسلمان ہو کر مدینہ آ جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اگر مدینہ کا کوئی باشندہ قریش کے پاس چلا جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ صحابہؓ کو یہ شق نہایت ناگوار گزری مگر نبی اکرم ﷺ نے اس پر بھی صبر کیا۔ بعد ازاں ابو جندلؓ کا واقعہ اسی شق کے تحت پیش آیا۔[7]

معاہدے کی سب سے متنازع اور بظاہر ناپسندیدہ شق یہ تھی کہ اگر مکہ سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ آئے تو اُسے واپس کر دیا جائے گا، لیکن اگر کوئی مدینہ سے مکہ جائے تو واپس نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ خصوصاً حضرت عمرؓ کو یہ شق سخت ناگوار گزری مگر نبی ﷺ نے طویل المدتی حکمت عملی کے تحت اسے قبول کیا۔

حقیقت میں یہ شق بھی قریش کے لیے نفسیاتی طور پر نقصان دہ ثابت ہوئی کیونکہ کچھ ہی عرصے بعد ابو بصیرؓ اور ابو جندلؓ جیسے مسلمان جنہیں مدینہ سے واپس کر دیا گیا، سمندر کنارے ایک آزاد قافلہ بنا کر قریش کے تجارتی راستے بند کرنے لگے۔ نتیجتاً قریش نے خود ہی نبی اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ ان افراد کو مدینہ میں پناہ دے دی جائے۔[8]

یہ ایک شاندار مثال ہے کہ محدود دائرے میں قبول کی گئی کمزوری جب حکمت کے ساتھ برتی جائے تو طاقت میں بدل سکتی ہے۔ یہ شق نبوی ریاستی پالیسی میں نرم قوت کی کامیاب حکمت عملی ہے۔

6۔ طبری، محمد بن جریر، تاریخ الرسل والملوک، کراچی: نفیس اکیڈمی، ج ۲، ص ۱۵۴۔

7۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، رقم الحدیث ۲۷۳۱۔

8۔ مبارک پوری، صفی الرحمن، الرحیق المختوم، الریاض: دار السلام للنشر والتوزیع، طبع ۲۰۰۲ء، ص ۲۹۶۔

- **عمرہ اگلے سال:**

اس سال مسلمان واپس لوٹ جائیں گے اور اگلے سال تین دن کے لیے عمرہ ادا کرنے کی اجازت دی جائے گی بشر طیکہ وہ جنگی اسلحہ ساتھ نہ لائیں۔[9] اس شرط سے مسلمانوں کو اعتماد ملا کہ کعبہ کی حُرمت اور ان کا دینی حق تسلیم کر لیا گیا ہے۔

یہ صلح حدیبیہ کی آخری بڑی شق تھی کہ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں گے، لیکن اگلے سال تین دن کے لیے مکہ میں عمرہ ادا کر سکیں گے۔ بظاہر یہ ایک تاخیری رعایت تھی لیکن در حقیقت یہ شق اسلام کی مذہبی آزادی کے اعتراف کا اعلان تھا۔ اس شق نے نہ صرف قریش کی عبادت گاہ پر اجارہ داری کو توڑا بلکہ یہ بھی تسلیم کروادیا کہ مسلمانوں کا حق بھی کعبہ پر برابر کا ہے۔ اگلے سال عمرہ ادا کرنے سے پہلے ہی قریش کے کئی سردار اسلام قبول کر چکے تھے اور اسلام کا اثر مکہ کے عام لوگوں میں بڑھنے لگا۔

یہ معاہدہ مذہبی حق کو سیاسی سطح پر تسلیم کرانے کی ایک مثال ہے جو اسلامی دعوت کے لیے ایک بڑی فتح تھی۔ اس شق سے نبوی حکمت عملی میں یہ بات واضح ہوئی کہ نبی کریم ﷺ نہ صرف عسکری طاقت کے ماہر تھے بلکہ مذہبی مقاصد کو سیاسی معاہدات کے ذریعے حاصل کرنے کی صلاحیت بھی رکھتے تھے۔

۳۔ صلح حدیبیہ کے نفسیاتی اور اخلاقی پہلو

معاہدے کے دوران نبی کریم ﷺ نے کئی مواقع پر صحابہؓ کے جذبات کے برخلاف حکمت، صبر اور اخلاقی برتری کو ترجیح دی۔ حضرت عمرؓ جیسے جری صحابی بھی اس معاہدے پر بظاہر پریشان تھے مگر بعد میں قرآن کریم نے اس صلح کو فتحِ مبین قرار دیا:

"إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا۔"[10]

"بے شک ہم نے آپ کو ایک واضح فتح عطا کی۔"

صلح حدیبیہ کا ایک قابلِ غور پہلو اس کی نفسیاتی اور اخلاقی گہرائی ہے جو روایتی جنگی معاہدوں سے مختلف ہے۔ بظاہر مسلمان اس معاہدے سے دل برداشتہ تھے کیونکہ اس میں کئی شرائط ایسی تھیں جو ان کے جذبات کو مجروح کرتی تھیں۔ تاہم نبی ﷺ کی قیادت نے اس موقع پر غیر معمولی صبر، بردباری اور اخلاقی برتری کا مظاہرہ کرتے ہوئے دشمن کو نفسیاتی طور پر شکست دی جس کے اثرات جلد ہی ظاہر ہوئے۔

الف۔ جذبات پر حکمت کو ترجیح:

جب معاہدے میں "محمد رسول اللہ" کے بجائے "محمد بن عبداللہ" لکھنے پر قریش نے اصرار کیا تو صحابہ کرام شدید غم و غصے کا شکار ہو گئے۔ حضرت عمرؓ جیسے جلیل القدر صحابی نے اس پر سخت اعتراض کیا۔[11]

9۔ مبارک پوری، الرحیق المختوم، ص ۲۹۱۔

10۔ الفتح، ۴۸:۱۔

11۔ بخاری، الجامع الصحیح، رقم الحدیث ۲۷۳۱۔

اس موقع پر نبی کریم ﷺ نے جذبات پر حکمت کو غالب رکھا اور تحریر کی تبدیلی کو قبول فرما کر یہ پیغام دیا کہ اصل فتح اخلاقی وقار اور اعلیٰ مقصد کے حصول میں ہے نہ کہ الفاظ کے جھگڑے میں۔

ب۔ دشمن کے اعتماد کو متزلزل کرنا:

قریش نے مسلمانوں کو مکہ سے روک کر اپنی برتری ظاہر کرنے کی کوشش کی، مگر جب انہوں نے نبی ﷺ کو معاہدے پر راضی پایا اور مسلمانوں کے صبر و نظم وضبط کا مشاہدہ کیا، تو ان کے اندر خوف، بے چینی اور تذبذب پیدا ہو گیا۔ علامہ مبارکپوری لکھتے ہیں:

"حدیبیہ نے قریش کے نفسیاتی تسلط کو پلٹ دیا اور ان کے ذہنوں میں ان کے حتمی پوزیشن کے بارے میں شک اور خوف پیدا کر دیا۔"[12]

ج۔ اخلاقی بالادستی کا مظاہرہ:

نبی اکرم ﷺ نے اس موقع پر امن، رواداری اور امن پسندی کو ترجیح دی۔ جب حضرت ابو جندلؓ کو، جو قریش کے ظلم سے فرار ہو کر مسلمانوں کے پاس آئے تھے، معاہدے کی رو سے واپس کر دیا گیا، تو مسلمانوں کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ لیکن نبی ﷺ نے فرمایا:

"اے ابو جندل! صبر کرو، اللہ تمہارے لیے اور تمہارے جیسے مظلوموں کے لیے کوئی راہ نکالے گا۔"[13]

یہ اایک اخلاقی بصیرت تھی اور مظلوموں کے لیے امید کی روشنی نے مسلمانوں میں ایک نفسیاتی اطمینان اور بلند حوصلگی پیدا کی جبکہ دشمن کی خود ساختہ برتری ٹوٹنے لگی۔

د۔ اخلاقی وقار کے ذریعے دعوت کی راہ ہموار کرنا

معاہدے کے بعد مسلمانوں کو دعوت و تبلیغ کا کھلا موقع ملا اور دشمن کے دلوں میں نبی اکرم ﷺ کی اخلاقی عظمت کی گواہی پھیلنے لگی جس کے نتیجے میں اگلے دو برسوں میں اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد ان تمام برسوں سے زیادہ ہو گئی جو اس سے قبل گزر چکے تھے۔ ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں:

"The treaty opened the doors to Islam more than any battle ever did."[14]

"اس معاہدے نے اسلام کے لیے کسی بھی جنگ سے زیادہ دروازے کھول دیے۔"

چنانچہ صلح حدیبیہ کا نفسیاتی اور اخلاقی پہلو اس کی کامیابی کا بنیادی سبب تھا۔ دشمن کو عسکری شکست دینے کے بجائے اخلاقی میدان میں مغلوب کرنا ایک ایسا اصول ہے جو نہ صرف نبوی حکمتِ عملی کی عکاسی کرتا ہے بلکہ آج کے عالمی سیاسی نظام کے لیے بھی ایک عملی

---

[12]۔ مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص ۲۹۱۔

[13]۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، ج ۳، ص ۳۳۱۔

[14]. Hamidullah, *The Muslim Conduct of State*, p.128

رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے صبر، ضبط نفس اور اخلاقی قیادت کے ذریعے دلوں کو جیتا اور ذہنوں کو متاثر کیا جو کسی بھی جنگی فتح سے زیادہ پائیدار اثر رکھتا ہے۔

۴۔ خلاصہ بحث:

صلح حدیبیہ ریاستِ مدینہ کی خارجہ پالیسی اور نبی اکرم ﷺ کی قیادت میں طاقت کے توازن کو قائم کرنے کی ایک غیر روایتی اور بلیغ مثال ہے۔ بظاہر کمزور اور یک طرفہ دکھائی دینے والے اس معاہدے نے نہ صرف اسلامی ریاست کو وقتی جنگ سے بچایا بلکہ اسے داخلی استحکام، دعوتی وسعت، قبائلی اتحاد اور اخلاقی برتری کا وہ موقع فراہم کیا جس کی بنیاد پر آگے چل کر فتح مکہ جیسی عظیم کامیابی ممکن ہوئی۔ تحقیق سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ صلح حدیبیہ میں نبی اکرم ﷺ نے عسکری برتری کے بجائے حکمت، صبر اور اخلاقی قیادت کو بنیاد بنایا جو طاقت کے توازن کو صرف اسلحے یا تعداد کے ذریعے نہیں بلکہ دماغی برتری، جذباتی کنٹرول اور نفسیاتی دباؤ کے ذریعے ممکن بناتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر جو حکمتِ عملی اختیار کی وہ جدید دور کی سٹریٹیجک پلاننگ، نیو ڈپلومیسی اور نفسیاتی جنگ کے اصولوں سے ہم آہنگ نظر آتی ہے۔

صلح حدیبیہ کے بعد صرف دو سال کے عرصے میں اسلام کی دعوت کو جو قبولیت حاصل ہوئی وہ اس بات کا ثبوت ہے کہ امن کی فضا، مثبت نفسیاتی اثرات اور اخلاقی اقدار ہی وہ حقیقی قوتیں ہیں جو دلوں کو فتح کرتی ہیں۔ اس معاہدے سے ہمیں سبق ملتا ہے کہ:

- اصل کامیابی وقتی فائدے یا جنگی فتح میں نہیں بلکہ طویل المدتی حکمتِ عملی اور اخلاقی استقامت میں ہے۔
- طاقت کا حقیقی توازن اس وقت قائم ہوتا ہے جب ایک قیادت اپنے جذبات، قوم اور نظریے پر مکمل گرفت رکھتی ہو۔
- مسلم دنیا کو آج بھی صلح حدیبیہ جیسے واقعات سے سبق لے کر اپنے سیاسی و عالمی تعلقات میں تدبر، صبر اور اخلاقی بصیرت کو مرکزی حیثیت دینی چاہیے۔

لہٰذا، صلح حدیبیہ نہ صرف ایک تاریخی واقعہ ہے بلکہ ایک مستقل حکمتِ عملی کا نمونہ ہے جو ہر دور میں ظلم، جبر اور طاقت کے یک طرفہ استعمال کے مقابلے میں انصاف، حکمت اور سچائی کے ذریعے توازن پیدا کرنے کی راہ دکھاتا ہے۔

۵۔ تجاویز و سفارشات:

صلح حدیبیہ کے تناظر میں ریاستِ مدینہ میں توازنِ طاقت کی نبوی حکمتِ عملی کا تحقیقی جائزہ لینے کے بعد اس ضمن میں درج ذیل تجاویز و سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- **نبوی حکمت عملی کو عصر حاضر کی خارجہ پالیسی میں شامل کیا جائے:**

اسلامی ریاست کی قیادت کو چاہیے کہ نبی کریم ﷺ کی سیاسی حکمت عملی، خاص طور پر صلح حدیبیہ جیسے معاہدات سے رہنمائی حاصل کرتے ہوئے اپنے سفارتی و بین الاقوامی تعلقات میں حکمت، صبر اور تدبر پر مبنی طرزِ عمل اختیار کرے۔

- **بین الاقوامی سطح پر اسلامی اصولوں پر مبنی سفارت کاری کو فروغ دیا جائے:**

مسلم دنیا کو عالمی طاقتوں کے ساتھ تعلقات قائم کرتے وقت مفاہمت، امن اور باہمی احترام کو بنیاد بنانا چاہیے جیسا کہ ریاستِ مدینہ نے محدود طاقت کے باوجود کیا۔

- **تعلیمی اداروں میں صلح حدیبیہ کو بین الاقوامی تعلقات کی مثال کے طور پر پڑھایا جائے:**

یونیورسٹیز اور دینی مدارس کے نصاب میں صلح حدیبیہ کو محض سیرت کا ایک واقعہ نہ سمجھا جائے، بلکہ اسے پالیسی اسٹڈیز، سیاسیات اور امن کے مطالعے کے ایک ماڈل کے طور پر پڑھایا جائے۔

- **اسلامی اخلاقی قیادت کی تربیت پر زور دیا جائے:**

نبی اکرم ﷺ کی قیادت نے اخلاق، برداشت اور مستقبل بینی کی جو مثال قائم کی اس کو آج کے لیڈرز کے لیے تربیتی ماڈیول کے طور پر استعمال کیا جانا چاہیے تاکہ مسلم معاشرے میں ذہنی توازن اور قیادت کی سوجھ بوجھ پیدا ہو۔

- **مسلم ممالک کے مابین اتحاد اور توازن پیدا کرنے کے لیے صلح حدیبیہ سے رہنمائی لی جائے:**

آج کی مسلم دنیا میں باہمی اختلافات، داخلی خلفشار اور بیرونی دباؤ کی صورتحال میں صلح حدیبیہ جیسا رویہ بین المسلمین مفاہمت کے لیے ایک مثالی فریم ورک مہیا کر سکتا ہے۔

- **اسلامی سفارت کاری میں نفسیاتی اور اخلاقی پہلوؤں کو اولیت دی جائے:**

جیسے نبی اکرم ﷺ نے دشمن کی نفسیات کو سمجھ کر حکمت عملی اپنائی، ویسے ہی آج کے سفارتی معاملات میں اخلاقی اثر اور ابلاغی حکمت عملیوں کو فروغ دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

- **مسلم نوجوانوں کو حکمت اور بصیرت پر مبنی قیادت کی تربیت دی جائے:**

مدارس، جامعات اور تحقیقی ادارے ایسے تربیتی پروگرامز متعارف کرائیں جو نوجوان نسل کو صلح حدیبیہ جیسے واقعات سے سیاست، قیادت اور امن سازی کا عملی سبق دے سکیں۔